رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین ۝ یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام۔ (مائدہ: ۱۵، ۱۶ - ۱۵)

بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس آگیا نور اور روشن کتاب اس (نور اور کتاب) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے طالب ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق کیا ہے۔ کیونکہ بعض معتزلہ کو چھوڑ کر تمام متقدمین اور متاخرین مفسرین نے کہا ہے کہ نور سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام بخاری، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

وکان یقول فی دعائہ اللھم اجعل فی قلبی نورا و فی بصری نورا و فی سمعی نورا وعن یمینی نورا وعن یساری نورا و فوقی نورا و تحتی نورا و امامی نورا و خلفی نورا و اجعل لی نورا۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز تہجد کی) دعا میں فرماتے تھے، اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے اور میری بصر میں نور کر دے اور میری سماعت میں نور کر دے اور میرے دائیں نور کر دے اور میرے بائیں نور کر دے اور میرے اوپر نور کر دے اور میرے نیچے نور کر دے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے لیے نور کر دے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن انوار کی دعا کی ہے ان انوار سے نور حسی بھی مراد لیا جا سکتا ہے، گویا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اعضاء میں ایسا نور پیدا کر دے جس سے روز قیامت کے اندھیروں میں روشنی ہو، جو روشنی آپ کو، آپ کے متبعین کو اور جنھیں اللہ تعالیٰ چاہے گا حاصل ہوگی، علامہ قرطبی نے کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ نور سے مجازاً علم اور ہدایت کا ارادہ کیا جائے۔ علامہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ نور کی جس عضو کی طرف نسبت ہے اس عضو کا اس کے مناسبات کے لیے مظہر ہونا مراد ہے۔ سمع کا نور یہ ہے کہ وہ مسموعات کا مظہر ہو جائے اور بصر کا نور یہ ہے کہ وہ مبصرات کے لیے کاشف ہو جائے اور قلب کا نور یہ ہے کہ وہ معلومات کے لیے کاشف ہو جائے اور اعضاء کا نور یہ ہے کہ ان سے عبادات صادر ہوں۔ علامہ طیبی نے کہا کہ اعضاء کے لیے نور کی دعا کا معنی یہ ہے کہ آپ کے اعضاء معرفت الٰہی اور عبادات کے انوار سے روشن ہو جائیں اور ان میں معرفت اور عبادت کے علاوہ کچھ نہ ہو، کیونکہ شیطان چھ جہتوں سے وسوسہ کے لیے حملہ آور ہوتا ہے تو اس سے بچنا اس طرح ممکن ہوگا کہ ان چھ جہات (دائیں، بائیں، اوپر، نیچے اور آگے، پیچھے) میں ایسے انوار ہوں جو شیطان کو حملہ سے روک سکیں۔ علامہ طیبی نے

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۵-۹۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۱، ۲۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کہ ان انوار سے مراد ہدایت اور حق کی روشنی ہے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی نے بھی علامہ قرطبی اور علامہ طیبی کی عبارات کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ [2]

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی حافظ ابن حجر کے حوالے سے علامہ قرطبی کی عبارت نقل کی ہے۔ [3]

(علامہ قرطبی نے اس دعا میں نور کو نور حسی پر بھی محمول کیا ہے اور نور ہدایت پر بھی ہر چند کہ اولی نور ہدایت کو قرار دیا ہے)۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اس دعا میں نور کے دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں، یعنی نور حسی بھی اور نور ہدایت بھی۔ [4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے لیے نور کی دعا کی ہے اس سے اجلّہ علماء اسلام نے نور حسی اور نور ہدایت دونوں مراد لیے ہیں اور بعض دیگر احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نور حسی کا ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسی نورانیت اور حسن و جمال

ہر چند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان اور بشر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسی نورانیت بھی عطا فرمائی ہے جیسا کہ ان احادیث سے ظاہر ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں:

عن ابن عباس قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افلج الثنیتین وکان اذا تکلم رئی کالنور یخرج من بین ثنایاہ۔ [5]	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دو دانتوں میں جھری (خلاء) تھی، جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے کے دانتوں سے نور کی طرح نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

امام دارمی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [6]

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ [7]

حافظ الہیثمی نے بھی اس کو طبرانی فی الاوسط کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام طبرانی کی سند میں عبدالعزیز بن ابی ثابت ضعیف راوی ہے۔ [8]

علامہ یوسف نبہانی نے اس حدیث کو امام ترمذی، امام بیہقی، امام طبرانی کے علاوہ ابن عساکر کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے۔ [9]

---

[1] - حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] - حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر، ۱۳۴۰ھ

[3] - شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۳۲۵، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی

[4] - ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۳ ص ۱۲۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[5] - امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل ترمذی مع جامع ترمذی ص ۵۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[6] - امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۳۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] - امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ

[8] - حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[9] - علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۸۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

كان احسن الناس وجها وانورهم لونا لم يصفه واصف قط الا شبه وجهه بالقمر ليلة البدر ويقول هو احسن فى اعيننا من القمر ازهر اللون نير الوجه يتلألأ تلألؤ القمر [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور رنگ سب سے زیادہ چمکدار تھا، جو شخص بھی آپ کے چہرہ مبارک کے جمال کو بیان کرتا اس کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دیتا اور کہتا کہ آپ ہماری نظر میں چاند سے زیادہ حسین ہیں آپ کا رنگ چمکدار اور آپ کا چہرہ نورانی ہے اور چاند کی طرح چمکتا ہے۔

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے ابو نعیم کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [2]

امام دارمی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قال ابن عمر: ما رايت احدا اجود ولا اشجع ولا اضوأ من رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو سخی دیکھا نہ بہادر نہ روشن چہرے والا۔

علامہ یوسف نبہانی نے بھی اس حدیث کو سنن دارمی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [4]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرى بالليل فى الظلمة كما يرى بالنهار من الضوء [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال: لما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم اظلمت المدينة حتى لم ينظر بعضنا الى بعض. وكان احدنا يبسط يده فلا يبصرها فلما فرغنا من دفنه حتى انكرنا قلوبنا [6]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مدینہ میں اندھیرا ہو گیا، حتی کہ ہم ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکے، اور ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ ہم آپ کو دفن کرکے فارغ ہوتے تو ایک دوسرے کو نہیں پہچان پا رہے تھے۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج۱ ص ۳۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولی

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبری ج۱ ص ۶۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

[3] امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۳۵ھ، سنن دارمی ج۱ ص ۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۸۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

[5] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج۶ ص ۷۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولی

[6] " " ، دلائل النبوۃ ج۷ ص ۲۶۵، " " " "

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے ابن سعد، حاکم اور بیہقی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [1]

علامہ ابن جوزی بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس: لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل، ولم یقم مع شمس قط الا غلب ضوءہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوءہ علی ضوء السراج [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، آپ جب بھی سورج کے سامنے کھڑے ہوتے آپ کا نور سورج کی روشنی پر غالب رہتا، اور آپ جب بھی چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے آپ کا نور چراغ کے نور پر غالب رہتا۔

علامہ سیوطی، ابن عساکر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن عائشۃ قالت کنت اخیط فی السحر فسقطت منی الابرۃ فطلبتها فلم اقدر علیها فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتبینت الابرۃ بشعاع نور وجہہ فاخبرتہ فقال یا حمیراء الویل ثم الویل ثلاثا لمن حرم النظر الی وجهی۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سحری کے وقت سی رہی تھی، مجھ سے سوئی گر گئی میں نے اس کو ڈھونڈا لیکن وہ مجھے نہیں ملی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ کے چہرہ کے نور کی شعاعوں سے وہ سوئی مل گئی" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا، آپ نے فرمایا اے حمیرا! افسوس ہو پھر تین بار فرمایا اس شخص کے لیے افسوس ہو جو میرا چہرہ دیکھنے سے محروم رہا (یعنی جس نے باوجود زیارت پر قدرت کے میری زیارت نہیں کی)۔

علامہ نبہانی نے بھی اس حدیث کو ابن عساکر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ [4]

مولانا عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں کہ یہ روایت روایۃً اور درایۃً ثابت نہیں ہے۔ (الآثار المرفوعۃ ص ۲۷۵)

قرآن مجید کی نصوص قطعیہ سے جو چیز صراحت کے ساتھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے انسان اور بشر ہیں جس پر وحی آتی ہے اور نور بھی ہیں، نور ہدایت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور حسی سے بھی وافر حصہ عنایت فرمایا ہے جیسا کہ مذکور الصدر، احادیث سے واضح ہوتا ہے اور یہ آپ کی دیگر خصوصیات کی طرح ایک خصوصیت ہے۔

بشریت کا نورانیت سے افضل ہونا ہر چند کہ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسی نورانیت کی تصریح ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے لیکن اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ نورانیت افضل ہے اور بشریت مفضول ہے اور نہ یہ سمجھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام انسانوں کی طرح بشر ہیں۔ عام

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

[2] علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، الوفا باحوال المصطفیٰ ص ۴۰۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ۔ لائلپور، ۱۳۸۲ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۳-۶۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

[4] علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۸۱۔ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

انسانوں کی طرح جو بشری کثافتیں اور مادی غلاظتیں ہوتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ان تمام سے منزہ ہوتے ہیں خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کائنات میں سب سے اعلیٰ اور افضل بشریت ہے اور ہر قسم کی مادی آلائش اور جسمانی کثافت سے پاک ہے، بشریت یوں بھی نورانیت سے افضل ہے کتب عقائد میں لکھا ہے کہ رسل بشر رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور عوام بشر عوام ملائکہ سے افضل ہیں[1] اور جو بشریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا جزو ہے۔ اس کے افضل خلائق ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے، نور ہو یا کوئی اور عنصر تخلیق، آپ کے مادہ خلقت سے کسی چیز کو کیا نسبت ہے۔ اصل میں منشاء فضیلت آپ کی ذات ہے۔ بشر بھی اس لیے افضل ہے کہ آپ بشر ہیں، اگر آپ بشر نہ ہوتے تو بشریت کا یہ مقام نہ ہوتا اور اگر آپ انسان نہ ہوتے تو انسانیت کو یہ عروج نہ ہوتا، انسانیت کا احترام بھی آپ سے ہے اور بشریت کی عزت بھی آپ سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثل ہونا

آپ افضل البشر اور انسانِ کامل ہیں عام انسان اور بشر تو کجا تمام نبیوں اور رسولوں میں کوئی آپ کی مثل نہیں ہے۔ آپ کی آنکھیں دیکھئے! فرمایا انی اری مالا ترون۔ (ترمذی ص ۳۳۶) "میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے" فرمایا واللہ ما یخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم وانی اراکم من وراء ظہری (بخاری ج ۱ ص ۱۰۲) "بخدا مجھ پر تمہارا رکوع مخفی ہے نہ خشوع مخفی ہے اور بے شک میں تم کو اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں" نیز فرمایا "میں حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں" آپ نے نمازِ کسوف (سورج گرہن کی نماز) پڑھاتے ہوئے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔ جن کی نظر کی جولانی کا یہ عالم ہے کہ اوپر نظر اٹھائیں تو سات آسمان ان کی نظر کے لیے حجاب نہیں اور نیچے نظر فرمائیں تو سات زمینیں ان کی نظر کے لیے رکاوٹ نہیں۔ آسمان اور زمین، جنت اور دوزخ بلکہ دنیا و آخرت کی تو کیا حقیقت ہے جس ذات کو کوئی نبی اور رسول نہیں دیکھ سکا آپ نے اس ذات کو دیکھا۔

حسن الوہیت کو بے حجاب دیکھا اور اس طرح دیکھا کہ دکھانے والے نے بھی داد دی اور کہا ما زاغ البصر وما طغی "نظر بہکی نہ کج ہوئی" یہ آنکھیں ایسی ہیں کہ جاگیں تو ریاضت اور سوئیں تو عبادت! فرمایا میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل نہیں سوتا، یونہی تو نہیں کہا تھا: انی لست کھیئتکم[2] "میں تمہاری مثل نہیں ہوں!"

سماعت دیکھئے! فرمایا انی اسمع مالا تسمعون[3] "میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے" فرشتوں کی باتیں سنتے ہیں حیوانات اور جنات کا کلام سنتے ہیں، حتیٰ کہ شجر و حجر کی آواز بھی سنتے ہیں، یہ سب چیزیں الگ رہیں خالق کائنات کا کلام سنتے ہیں اس کلام کو سنتے ہیں جو اگر پہاڑ پر نازل ہو تو پہاڑ پھٹ جائے! ابھی تو کہا تھا کہ ایکم مثلی[4] "تم میں مجھ جیسا کون ہے؟"

لعاب دہن کو دیکھئے! یہ لعاب حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں پہنچا تو ایسی ٹھیک ہوئیں کہ پھر کبھی دکھنے نہ آئیں، ایک جنگ میں حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا، آپ نے لعاب دہن لگا کر وہ ڈھیلا اپنی جگہ رکھا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ پیدائشی آنکھ سے اتنا نہیں دکھائی دیتا تھا جتنا آپ کے ہاتھ سے لگائی ہوئی آنکھ سے دکھائی دیتا تھا، حضرت سلمہ بن اکوع کی پنڈلی کو اسی لعاب

---

[1] علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ، شرح العقائد، ص ۱۰۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

سے جوڑا، حضرت رافع کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ اسی لعاب سے جوڑ دی، حضرت ابوبکر کی زہر خوردہ ایڑھی میں یہ لعاب لگایا تو زہر کا اثر جاتا رہا، حضرت جابر کی ہنڈیا میں لعاب ڈالا تو الیسی برکت ہوئی کہ تھوڑا سا کھانا تمام لشکر کے لیے کافی ہوگیا، کھارے کنوئیں میں یہ لعاب ڈالا تو میٹھا ہوگیا، فقط پانی کا ذائقہ نہیں بدلا زمین کی ماہیت بدل گئی۔!

صرف زمین کی ماہیت نہیں بدلی، لوگوں کے دل ودماغ بدل دیے، فکر ونظر میں انقلاب پیدا کر دیا، یہ زبان کی تاثیر تھی اور یہ نظر کا فیضان ہے کہ چوروں، ڈاکوؤں، خائنوں اور لٹیروں کو لوگوں کی جان ومال اور عزت وآبرو کا امین اور محافظ بنا دیا، جو گلہ بانی کے آداب سے ناواقف تھے انہیں جہانگیر اور جہانبان بنا دیا، بت پرست بت شکن ہوگئے، ریگ زار عرب کے وہ بدو جو رہن سہن کے آداب سے ناواقف تھے، ایک عالم کو تہذیب اور تمدن کا سبق سکھانے لگے!

یوں تو آپ کی بہت فضیلتیں ہیں، آپ کا بول وبراز طاہر تھا، آپ کے تمام فضلات طیب تھے، جس نے آپ کا پیشاب پی لیا اس کی بیماری جاتی رہی، جس نے فصد لگانے کے بعد آپ کا نکلا ہوا خون پی لیا اس پر دوزخ حرام ہوگئی، آپ کا پسینہ خوشبودار تھا، آپ کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی، زمین پر سایہ نہیں پڑتا تھا، دھوپ میں ابر سایہ کرتا تھا، اشارے سے سورج پلٹ آتا تھا اور چاند شق ہو جاتا تھا، لکڑی کو کہیں "تلوار ہو جا" تو تلوار ہو جاتی تھی، لیکن آپ کی اصل فضیلت اور کمال یہ ہے کہ آپ نے سب نبیوں سے کم تبلیغ کا زمانہ پایا اور سب سے زیادہ پیروکار چھوڑے، اور اپنے مشن اور نصب العین کو سب سے زیادہ پورا کیا۔ دوسرے نبیوں نے معجزات کے سہارے لوگوں کو مسلمان کیا۔ آپ نے اپنی پاکیزہ زندگی اور سیرت طیبہ سے لوگوں کو مسلمان کیا۔ اعلان نبوت سنتے ہی فوراً کسی دلیل اور معجزے کے بغیر حضرت خدیجۃ الکبریٰ اسلام لائیں، یہ آپ کی زوجہ تھیں، حضرت ابوبکر صدیق مسلمان ہوئے، یہ آپ کے دوست تھے اور حضرت زید بن حارثہ مسلمان ہوئے یہ آپ کے غلام تھے۔ ان میں سے کسی نے کوئی معجزہ نہیں دیکھا کوئی دلیل نہیں طلب کی۔ یہ صرف آپ کی سیرت کا اعجاز تھا، یہ آپ کی پاکیزہ زندگی کا کرشمہ تھا، جیسے جیسے آپ کی سیرت کا نور پھیلتا گیا، جیسے جیسے لوگ آپ کی شخصیت سے واقف ہوتے گئے، اسلام پھیلتا گیا، ہزاروں نبی اور رسول آئے اور تبلیغ کر کے چلے گئے لیکن کسی نبی اور رسول کی اصل تعلیم اور پیغام باقی نہیں ہے، کسی کی لائی ہوئی کتاب کا اصل متن تک موجود نہیں ہے لیکن آج چودہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی آپ کی تعلیم اور آپ کا پیغام باقی ہے اور آپ کا مشن جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا یہی آپ کا نور ہے اور اسی نور کو پھیلانے کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول الخلق ہونا

علماء اہل سنت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے آپ کی خلقت کے قائل ہیں، حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اجسام سے قبل عالم امر میں ذوات انبیاء علیہم السلام کا موجود ہونا نص قرآن سے ثابت ہے جس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بطریق اولیٰ عالم ارواح میں موجود ہو، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ؕ قال ءاقررتم واخذتم علی ذٰلکم اصری ؕ قالوا

اور جب اللہ نے نبیوں سے یہ عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور حکمت سے دوں پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آجائے جو اس چیز کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر ضرور بہ ضرور ایمان لانا اور ضرور بہ ضرور اس کی مدد کرنا۔

اقررنا ط قال فاشهدوا وانا معکم من الشاھدین۰ فمن تولی بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون۔ (آل عمران : ۸۱-۸۲)

فرمایا: کیا تم نے اقرار کر لیا، اور اس شرط پر میرے عہد کو قبول کر لیا؟ سب نے کہا ہم نے اقرار کر لیا، فرمایا تو اب گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں پھر جو اس (عہد) کے بعد پھر جائے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم واشهدهم علی انفسهم الست بربکم ط قالوا بلی شهدنا۔ (اعراف : ۱۷۲)

اور جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر (یہ) اقرار کرایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، انھوں نے کہا: کیوں نہیں ! (بے شک تو ہمارا رب ہے!) ہم نے اقرار کیا۔

تمام نفوس بنی آدم سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس قدسی نے بلی کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار فرمایا اور باقی تمام نفوس بنی آدم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار پر اقرار کیا، اس واقعہ کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ ذات پاک مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء مخلوق ہو کر عدم سے وجود میں جلوہ گر ہو چکی تھی، نیز فرمایا:

واذ اخذنا من النبیین میثاقهم ومنك ومن نوح وابراهیم وموسی و عیسی ابن مریم ص واخذنا منهم میثاقا غلیظا (احزاب: ۷)

اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے پکا اقرار لیا۔

اس آیت میں جس عہد اور اقرار کا بیان ہے وہ تبلیغ رسالت پر ہے، اللہ تعالیٰ نے جہاں دیگر انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت پر عہد لیا وہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ عہد و اقرار کرایا یہ واقعہ بھی عالم ارواح کا ہے، ظاہر ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اس وقت نہ ہو گئی ہوتی تو اس عہد و اقرار کا ہونا کس طرح متصور ہوتا۔

رہا یہ کہ خلقت محمدی تمام کائنات اور خصوصاً جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کی خلقت سے پہلے ہے تو اس مضمون کی طرف قرآن کی بعض آیات میں واضح اشارات پائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما ارسلناك الا رحمة للعالمین۔ (انبیاء : ۱۰۷)

(اے محمد مصطفیٰ!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا استثناء تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں اور عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں تو یہ بات بخوبی روشن ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرد عالم کے لیے رحمت ہیں اور حضور کے رحمت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ مرتبہ ایجاد میں تمام عالم کا موجود ہونا بواسطہ وجود سید الموجودات کے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل ایجاد ہیں، حضور کے بغیر کوئی فرد ممکن موجود نہیں ہو سکتا، وجود نعمت ہے اور عدم اس کی ضد، کل موجودات نعمت وجود میں حضور کے دامن رحمت سے وابستہ ہیں ظاہر ہے کہ جو ذات کسی کے وجود کا سبب اور واسطہ ہو وہ یقیناً اس کے لیے رحمت ہے، رحمت کی حاجت ہوتی ہے اور جس چیز کی حاجت ہو وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے چونکہ تمام عالمین اپنے وجود میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں اس لیے سب سے پہلے حضور کا وجود ضروری ہوگا۔ نیز یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالمین کے وجود کا سبب اور ان کے موجود ہونے میں واسطہ ہیں تو اس وجہ سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالمین سے پہلے موجود اور مخلوق ہونا ضروری ہے کیونکہ سبب اور واسطہ ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے، علاوہ ازیں اسی آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل کائنات ہونا بھی ثابت ہے اور سب جانتے ہیں کہ اصل کا وجود فرع سے پہلے ہوتا ہے۔

اس لیے ذات پاک محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اصل کائنات ہونے کی حیثیت سے کل موجودات اور عالمین سے پہلے ہے۔ الحمدللہ خوب واضح ہو گیا کہ خلقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات عالم سے پہلے ہے۔

دوسری آیت جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت خلقت کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا ہے یہ ہے:

انا اول المسلمین (انعام: ۱۶۳) میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔

صاحب عرائس البیان فرماتے ہیں اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک اور جوہر مقدس جمیع کون یعنی تمام ماسوی اللہ پر مقدم ہے (عرائس البیان ج ۱ ص ۲۳۸)

ظاہر ہے کہ اختیاری یا غیر اختیاری اسلام سے تو عالم کا کوئی ذرہ خالی نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولہ اسلم من فی السموٰت ومن فی الارض طوعا وکرھا والیہ یرجعون ۔ پھر اسلام لانے والوں سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت ہو سکتے ہیں جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے ہوں، لہٰذا اس آیت سے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت تمام کائنات سے پہلے معلوم ہوئی۔ [1]

احادیث کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول الخلق ہونا

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال، قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال و اٰدم بین الروح والجسد [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا جس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو امام ابونعیم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن میسرۃ الفجر قال قلت یا رسول اللہ! متی کنت نبیا؟ قال، و اٰدم بین الروح والجسد [4]

حضرت میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کس وقت نبی تھے؟ فرمایا جس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

امام احمد نے اس حدیث کو بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت کیا ہے۔ [6]

---

[1] علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ، مقالات کاظمی ج ۱ ص ۵۳-۴۹، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۴۸، مطبوعہ دار النفائس

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[6] " " ، مسند احمد ج ۴ ص ۶۶، ج ۵ ص ۳۷۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

امام بیہقی نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے۔ [1]
امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عرباض بن ساریۃ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: انی عبد اللہ وخاتم النبیین وابی منجدل فی طینتہ وسا خبرکم عن ذلک دعوۃ ابی ابراھیم وبشارۃ عیسی ورؤیا امی التی رأت وکذلک امہات النبیین یرین۔ [2]

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں، اور میرے باپ (حضرت آدم) اپنی مٹی میں تھے، اور میں تم کو عنقریب اس کی خبر دوں گا، میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا تھا، اور نبیوں کی مائیں اسی طرح خواب دیکھتی ہیں۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]
اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے [4]
امام ذہبی نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔ [5]
حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام احمد، امام طبرانی اور امام بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ امام احمد نے اس حدیث کی جو سند بیان کی ہے اس کے راوی صحیح ہیں، البتہ ایک راوی سعید بن سوید میں کلام ہے لیکن امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ [6]
شیخ اشرف علی تھانوی ذکر کرتے ہیں:
شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ذکر کیا: یا رسول اللہ! آپ کب نبی بنائے گئے؟ آپ نے فرمایا کہ آدم اس وقت روح اور جسد کے درمیان تھے جبکہ مجھ سے میثاق (نبوت کا) لیا گیا، کما قال تعالی واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح الآیۃ۔ روایت کیا اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے موافق۔ [7]
نیز شیخ تھانوی ذکر کرتے ہیں:
حضرت علی بن الحسین (یعنی امام زین العابدین) سے روایت ہے وہ اپنے باپ حضرت امام حسین اور وہ ان کے جد امجد یعنی

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، دلائل النبوت ج ۲ ص ۱۳۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[2] 〃 〃 ، دلائل النبوت ج ۲ ص ۱۳۰، ج ۱ ص ۸۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸-۱۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ
[4] امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ ھ، مستدرک ج ۲ ص ۶۰۰ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ
[5] علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰، 〃 〃
[6] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[7] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ ھ، نشر الطیب ص ۸، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

حضرت علی سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ [1]

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے بھی ابو سہل القطان کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [2]

علامہ ابن جوزی کرتے ہیں:

عن کعب الاحبار قال، لما اراد اللہ تعالٰی ان یخلق محمدا صلی اللہ علیہ وسلم امر جبرئیل علیہ السلام ان یاتیہ فاتاہ بالقبضۃ البیضاء التی ھی موضع قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعجنت بماء التسنیم، ثم غمست فی انہار الجنۃ وطیف بہا فی السموت والارض، فعرفت الملائکۃ محمدا قبل ان تعرف آدم، ثم کان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم یری فی غرۃ جبہۃ آدم وقیل لہ ھذا سید ولدک من الانبیاء والمرسلین [3]

کعب احبار سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالٰی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالٰی نے جبریل علیہ السلام کو مٹی لانے کا حکم دیا، جبریل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ سے سفید مٹی لے کر آئے اس مٹی کو تسنیم (جنت کی نہر) کے پانی سے گوندھا گیا، پھر اس کو جنت کی نہروں میں غوطہ دیا گیا اور آسمانوں اور زمینوں میں اس مٹی کو گھمایا گیا، پس فرشتوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آدم (علیہ السلام) کے پہچاننے سے پہلے جان لیا، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آدم کی پیشانی میں دکھائی دیتا تھا اور آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ یہ تمہاری اولاد میں سے انبیاء اور مرسلین کے سردار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول الخلق ہونے کے بارے میں علماء کے نظریات اور مصنف کا موقف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول خلق ہونے کے بارے میں اکثر علماء اسلام کا اتفاق ہے لیکن اس میں علماء اسلام کی آراء مختلف ہیں کہ اول خلق کا مصداق کیا ہے؟ علامہ شہاب الدین خفاجی کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پیدا کی گئی، علامہ ابن جوزی کی رائے یہ ہے کہ حضرت آدم کی خلقت سے پہلے سفید نورانی مٹی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا گیا، علامہ قسطلانی کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا گیا۔ علامہ سیوطی کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ کی روح یا آپ کی حقیقت کو پیدا کیا گیا۔ علامہ سبکی نے بھی یہی کہا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ مختلف نظریات اس وجہ سے ہیں کہ قرآن مجید کی کسی نص صریح یا کسی حدیث میں اس کی تصریح اور تعیین نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے کس مادہ سے پیدا کیا گیا۔ اور قرآن اور حدیث نے اس چیز سے اس لیے تعرض نہیں کیا کہ ہمارے

[1] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۹، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

[3] علامہ ابو الفرج عبدالرحمان بن الجوزی متوفی ۵۹۱ھ، الوفا باحوال المصطفٰے ج ۱ ص ۳۵-۳۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

دنیاوی فوز و فلاح اور اخروی سعادت کا مدار اس چیز پر نہیں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مادہ خلقت کو جانیں! اس لیے اس میں بحث کرنے کے بجائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اول خلق ہونے کا کیا مصداق تھا؟ ہماری توجہ اس پر مبذول رہنی چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے پاس بھیجنے کا کیا مقصد ہے؟ اور آپ کی تعلیمات کیا ہیں؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور افضلیت جاننے کے لیے یہ چیز کافی ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ آپ کے لیے نبوت اس وقت واجب ہوئی جب حضرت آدم جسم اور روح کے درمیان تھے اور اس بحث میں پڑنا اور یہ موشگافیاں کرنا غیر ضروری ہے کہ اس وقت آپ کا جسم مٹی سے بنایا گیا تھا یا نور سے یا اس جسم کی حقیقت مجہول ہے، کیونکہ یہ تمام آراء اور نظریات کسی قطعی دلیل پر مبنی نہیں ہیں۔ تاہم اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سب سے پہلے پیدا کی گئی اور جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کا جسم پیدا کیا گیا تو یہ ظاہر قرآن اور حدیث کے اور عام اصول فطرت کے مطابق ہے۔

اب ہم قارئین کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول خلق ہونے کے مصداق کے بارے میں علماء اسلام کے نظریات پیش کر رہے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ہم صرف ترجمہ کر رہے ہیں۔

علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں:

شیخ تقی الدین سبکی نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام پیدا کرنے سے پہلے ارواح کو پیدا کیا اور کنت نبیا سے آپ کی روح شریفہ کی طرف اشارہ ہے۔ [۱]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علامہ قسطلانی اور علامہ سبکی کے نزدیک اول خلق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ ہے۔

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے اور رزق کو مقدر کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے حضرت احدیہ میں انوار صمدیہ سے حقیقت محمدیہ کو ظاہر کیا پھر تمام علوی اور سفلی عالموں کو ان کی صورتوں کے اعتبار سے اپنے علم کے مطابق اس حقیقت سے نکالا پھر اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو یہ بتایا کہ وہ نبی ہے اور اس کو رسالت کی بشارت دی یہ اس وقت ہوا جب ابو آدم پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ روح اور جسم کے درمیان تھے جیسا کہ ارشاد رسالت ہے۔ پھر آپ سے ارواح صافیہ کا ظہور ہوا اس وقت ملاء اعلیٰ میں آپ کا ظہور ہو چکا تھا اور آپ ان کے لیے (فیض کا) چشمہ شیریں بن چکے تھے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اجناس کے لیے جنس عالی اور تمام موجودات اور لوگوں کے لیے اب اکبر ہیں۔ [۲]

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول خلق بایں معنی ہیں کہ آپ تمام اجناس کے لیے جنس عالی اور تمام انسانوں کے لیے اب اکبر ہیں۔

اس کے بعد علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

عارف ربانی عبداللہ بن ابی جمرہ نے اپنی کتاب بہجۃ النفوس میں اور ان سے پہلے ابن سبع نے شفاء الصدور میں کعب احبار سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو جبریل کو حکم دیا کہ زمین سے اس مٹی کو لے کر آئیں جو زمین کا قلب ہو، اور سب سے اچھی مٹی ہو تاکہ میں اس کو منور کردوں، پھر جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی جگہ کی مٹی لی درآں حالیکہ یہ سفید اور روشن تھی اس مٹی کو جنت کی نہروں کے پانی سے گوندھا گیا حتیٰ کہ یہ چمکدار موتی کی طرح ہو گئی اور اس کی عظیم شعاعیں تھیں، پھر فرشتے اس مٹی کو لے کر عرش، کرسی، آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں

---

[۱] علامہ احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[۲] " " " " ، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۵، " "

MUHAMMAD RIZWAN FIKRERAZA 25

اور سمندروں میں گئے اور تمام فرشتوں اور تمام مخلوق نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی فضیلت کو آدم علیہ السلام سے پہلے جان لیا (یعنی فرشتوں نے پہلے آپ کو جانا اور پھر حضرت آدم کو جانا) اور ایک قول یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین سے فرمایا: خوشی اور ناخوشی سے میرے پاس آؤ! تو زمین سے کعبہ شریفہ اور آسمانوں سے کعبہ کے مقابل آسمان نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں اور حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی کی اصل مکہ میں زمین کی ناف ہے۔ بعض علماء نے کہا اس میں یہ اشارہ ہے کہ زمین کے جس حصہ نے جواب دیا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل کا ذرہ تھا اور کعبہ کی جگہ کو پھیلا کر زمین بنائی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تکوین کی اصل ہیں اور باقی کائنات اس کے تابع ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کو اُمّی اس لیے کہا جاتا ہے کہ مکہ ام القریٰ ہے اور آپ کا مادہ مکہ سے لیا گیا، اگر یہ اعتراض ہو کہ کسی شخص کی مٹی اس کے مدفن سے لی جاتی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن مکہ ہو کیونکہ آپ کی مٹی مکہ سے لی گئی ہے صاحب عوارف المعارف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جب پانی کا طوفان آیا تو پانی کی موجوں سے وہ ذرہ اس جگہ چلا گیا جہاں مدینہ میں آپ کا مدفن ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکی بھی ہیں اور مدنی بھی۔ [1]

علامہ قسطلانی نے جو عبارات نقل کی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک آپ کا اوّل خلق ہونا بایں معنی ہے کہ آپ آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کیے گئے اور آپ کا مادہ خلقت مٹی ہے۔

اس کے بعد علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں یہ بتلائیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا پھر یہ نور قدرت الٰہی سے جہاں اللہ نے چاہا سیر کرتا رہا اس وقت لوح تھی نہ قلم، جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جن اور نہ انس، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے پہلے حصہ سے قلم پیدا کیا، دوسرے حصہ سے لوح، تیسرے حصہ سے عرش پھر چوتھے حصہ کے چار ٹکڑے کیے، پہلے حصہ سے حاملین عرش کو پیدا کیا، دوسرے سے کرسی کو، تیسرے حصہ سے باقی ملائکہ کو، چوتھے حصہ کے پھر چار حصے کیے پہلے حصہ سے آسمان دوسرے سے زمین تیسرے سے جنت اور دوزخ اور چوتھے حصہ کے پھر چار حصے کیے پہلے حصہ سے مومنین کی آنکھوں کا نور دوسرے حصہ سے ان کے دلوں کا نور اور وہ معرفت الٰہی ہے اور تیسرے حصہ سے دلوں کا انس یعنی کلمہ توحید لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پیدا کیا۔ الحدیث۔ [2]

علامہ قسطلانی نے جو یہ روایت (؟) نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام اشیاء کے اعتبار سے اول خلق ہیں اور آپ کا مادہ خلقت نور ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی اس بحث میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض ہو کہ نبوت ایک وصف ہے اور اس کا موصوف موجود ہونا چاہیے اور نبوت سے چالیس سال کے بعد اتصاف

---

[1] علامہ احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] " " " " ، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۹، " " "

ہوتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے سے پہلے آپ کا نبوت سے موصوف ہونا کیسے صحیح ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام سے پہلے ارواح کو پیدا کیا ہے اور کنت نبیاً میں آپ کی روح شریفہ کی طرف اشارہ ہے یا آپ کی حقیقت کی طرف اشارہ ہے اور حقائق کے ادراک سے ہماری عقول قاصر ہیں حقائق کا ادراک صرف ان حقائق کا خالق ہی کر سکتا ہے۔ ۱ے

غور فرمائیے امام بیہقی کے نزدیک کنت نبیاً کا معنی ہے میں اللہ کے علم اور تقدیر میں نبی تھا ____________

____ اور علامہ قسطلانی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اول خلق ہونے کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے آپ کی روح کو خلق کیا گیا، آدم علیہ السلام سے پہلے آپ کو مٹی سے بنایا گیا، آپ کو نور سے بنایا گیا اور آپ جنس عالی ہیں اور علامہ سیوطی اور علامہ سبکی وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت آدم سے پہلے آپ کی روح کو پیدا کیا گیا یا آپ کی حقیقت کو پیدا کیا گیا جس کے ادراک سے ہماری عقول قاصر ہیں اور علامہ ابن جوزی نے کعب احبار کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت آدم کی خلقت سے پہلے آپ کو مٹی سے بنایا گیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی خطیب کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کو مٹی سے بنایا گیا۔ (فتاوی افریقیہ ص ۱۰۰ - ۹۹، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔)

ان تمام اقوال کو پڑھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان میں سے کوئی چیز قطعی نہیں ہے ورنہ اس میں اس قدر اختلاف نہ ہوتا اس لیے صرف اس پر یقین رکھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا، رہا یہ کہ آپ کا مادہ خلقت کیا ہے؛ اور آپ کو کسی چیز سے پیدا کیا گیا؛ تو چونکہ یہ کسی حدیث صحیح یا یقینی دلیل سے ثابت نہیں اور نہ اس کے ساتھ دین اور شریعت کی کوئی غرض وابستہ ہے اور نہ اس کا تعلق ہمارے عقائد اور اعمال سے ہے، نہ ہم سے آخرت میں اس پر باز پرس ہوگی کہ تم نے یہ کیوں نہیں جانا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تمہارے نبی کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؛ اس لیے اس بحث میں نہیں الجھنا چاہیے۔ تاہم اگر کوئی شخص اس کے جاننے پر اصرار کرتا ہے تو ہمارے نزدیک سلامتی کی راہ اس قول میں ہے کہ سب سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پیدا کی گئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا عام اصول ہے کہ وہ اجسام سے پہلے ارواح کو پیدا کرتا ہے اور ظاہر قرآن اور حدیث میں بھی اس کی تائید ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی نے اس مسئلہ پر نفیس بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پہلے آپ کی روح کو پیدا کیا، اور اس کو نبوت کی خلعت سے مشرف کیا اور جبکہ نبوت آپ کی روح کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ آپ وفات کے بعد بھی نبی اور رسول ہیں، اور وحی اور احکام کا منقطع ہونا اس میں مضر نہیں ہے کیونکہ آپ کا دین مکمل ہو چکا ہے اس تحقیق کو حفظ کر لو کیونکہ یہ بہت نفیس ہے اور ابن القطان نے جو روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کرنے سے چودہ ہزار سال پہلے آپ کے نور کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ یہ نور ملائکہ کی تسبیح کے ساتھ ساتھ تسبیح کرتا تھا" اس نور سے بھی آپ کی روح مراد ہے۔ ۲ے

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے عالم امر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک پیدا کی گئی اور ہر چند کہ آپ کی ولادت جنس بشر سے ہوئی ہے لیکن چونکہ آپ کی حقیقت میں وحی کی استعداد اور دیگر خصوصیات ہیں اس وجہ سے آپ علم انسانی

۱ے۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۵-۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

۲ے۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۰۱ - ۲۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

سے ممتاز ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نورِ ہدایت کے ساتھ ساتھ نورِ حسی بھی عطا فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کا چہرہ اقدس انتہائی روشن اور نورانی تھا اور زمین پر آپ کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔

میں نے یہ تمام کوشش صرف اس لیے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپ کی حقیقت کے بارے میں جو لوگ افراط اور تفریط پر مبنی نظریات کے شکار ہیں ان کی اصلاح ہو جائے، الٰہ العالمین میری اس تحریر کو لوگوں کے لیے مؤثر اور نافع بنا اور میری مغفرت فرما اور مجھے دارین کی سعادت عطا فرما، مجھے اس شرح کو مکمل کرنے کی توفیق دے اور اس شرح کو قبول دوام عطا فرما۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے کی تحقیق

علامہ نووی، علامہ کرمانی، علامہ عسقلانی، علامہ عینی اور دیگر علماء نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بر تقاضاء بشریت غیب کا علم نہیں تھا۔ اس مسئلہ میں علماء اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے زیادہ غیب کا علم عطا فرمایا ہے لیکن مطلقاً یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے" دو وجہ سے درست نہیں ہے اول اس لیے کہ یہ قول ظاہر قرآن کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید نے اللہ کے غیر سے مطلقاً علم غیب کی نفی کی ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ جب مطلقاً علم کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد علم بالذات ہوتا ہے۔ اس لیے یوں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے یا یوں کہا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کو بعض علوم غیبیہ عطا کیے گئے اور کسی مخلوق کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت کرنا درست نہیں ہے اسی طرح کسی کو عالم الغیب کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

امام احمد رضا قادری فرماتے ہیں:

علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جبکہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے، کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔ [1]

اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ جب مطلقاً علم غیب بولا جائے تو اس سے ذاتی علم غیب مراد ہوتا ہے اور قرآن اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاں علم غیب کی نفی کی گئی ہے اس سے ذاتی علم غیب مراد ہے، اور چونکہ مطلقاً علم غیب سے ذاتی علم غیب مراد ہوتا ہے اس لیے مطلقاً یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بعض علوم غیبیہ پر مطلع فرمایا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے مسئلہ علم غیب کی نفیس تحقیق کی ہے، قارئین کی علمی ضیافت کے لیے ہم اس کو یہاں بیان کر رہے ہیں: علامہ شامی لکھتے ہیں: فقہاء احناف نے اپنی مستند کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ جس شخص نے اپنے لیے علم غیب کا دعویٰ کیا وہ کافر ہو گیا، فتاویٰ خانیہ میں ہے "جس شخص نے الو کی آواز سن کر کہا ایک آدمی مر جائے گا اس کے متعلق بعض فقہاء نے کہا وہ

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۳ ص ۴۷، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور